پیام عزا

شاعر ملت سید محمد ضامن اثر جائسی

بے ثباتی دہر کی نیرنگیوں میں ہے نہاں   مہر عالم تاب کا اول کہاں آخر کہاں
اک حیات عارضی دنیا میں ہے عمر رواں   ہیں کرشمے قدرت خلاق کے کون ومکاں
قبضۂ انساں میں سب ہے، اور پھر کچھ بھی نہیں
اس بلندی پر بھی جھک جاتی ہے بندوں کی جبیں

یہ نظام عالمیں یہ گردش لیل و نہار   روز وشب بنتے بگڑتے حسن کے نقش ونگار
شمع محفل کی خموشی بزم کی مٹتی بہار   بے قراری نیم جاں بسمل کی قاتل کا قرار
سر بسر ہیں انقلاب دہر کی سرگرمیاں
نرمیوں میں سختیاں ہیں سختیوں میں نرمیاں

اک تسلسل ہے ازل سے تا ابد امثال کا   صفحۂ عالم بنا ہے آئینہ احوال کا
اوج ہے جن کو میسر دین کے اقبال کا   نور ضو دیتا ہے ان کے نامۂ اعمال کا
عمر بھر شمع ہدایت کے وہ پروانہ رہے
دین کے شیدا بنے دنیا سے بیگانہ رہے

معرفت کا دے گئے افراد عالم کو سبق   حق کا آئینہ ہے ان کی داستاں کا ہر ورق
جگمگا اٹھے وفا کے نور سے ساتوں طبق   گو وفا پر مٹ گئے لیکن رہا اس کا قلق
مجمع انصار میں باد فنا ایسی چلی
نرغۂ اعدا میں تنہا رہ گیا حق کا ولی

کر گئے اقوال میں افعال میں یوں اتحاد   درمیاں سے اُٹھ گیا ادنیٰ واعلیٰ کا تضاد
ایک مسلک ایک مقصد ایک مطلب اک مُراد   چاہتے تھے ہر نفس ہر حال میں حق کا مفاد
کچھ غرض تقدیم سے تاخیر سے اصلا نہ تھی
بندگی ان کی نمود ونام کی جویا نہ تھی

نیتیں خالص تھیں ان کی سب کے دل آئینہ دار خواب و بیداری میں یکساں تھا حقیقت کا خمار
دامن الفت کے مصنوعی نہ تھے نقش و نگار ابتدا سے انتہا تک سب رہے اُلفت شعار
موجزن جذبہ دلوں میں نصرت اسلام کا
ولولہ آغاز میں تھا خوبیِ انجام کا

مومنو لازم ہے تم کو بھی وہی طرزِ عمل مخلصانہ ہو طریقہ گفتگو ہو با محل
امن میں آنے نہ پائے اپنے ہاتھوں سے خلل زندگی اپنی بناؤ خلق میں ضرب المثل
کربلا والوں کے ماتم دار ہو بالاتفاق
ظاہر و باطن نہ ہونا چاہئے کچھ افتراق

جب تمہارا ایک ہی مقصد ہے تبلیغ عزا پھر نہ ہونا چاہئے یوں باتوں باتوں میں خفا
اصل مقصد سے حقیقت میں نہیں کوئی جدا اتحاد کار سے ممکن ہے تم سب کی بقا
مجلس و ماتم میں ہو تبلیغ کا جذبہ اگر
اختلاف باہمی کا دور ہوجائے اثر

غم مناؤ غم زدوں کا غم منانے کی طرح داستان غم سناؤ تو سنانے کی طرح
شان مظلومی دکھاؤ تو دکھانے کی طرح ہاں اٹھاؤ گشت کا ماتم اُٹھانے کی طرح
صورتیں سب سوگواروں کی بنانی چاہئیں
جدتیں افراط کی حد سے گھٹانی چاہئیں

دامن تبلیغ پر دھبّہ نہ ہو دشنام کا حزن چہروں پر دلوں میں خوف ہو انجام کا
شوق پیدا ہو نہ اہل بزم سے انعام کا حق جتانا ہے تمھیں تو بانیٔ اسلام کا
عین طاعت جان کر خوشنودیٔ مظلوم کو
پہلے خود سمجھو شہید ظلم کے مفہوم کو

بس تاسی میں انھیں کے کام لو ایثار سے ہٹ نہ جاؤ کشمکش میں نظم کے معیار سے
ضد نہ پیدا ہو کسی مجبور کے انکار سے فیصلہ کر لو نہ گھر بیٹھے غلط اخبار سے
عاجزی میں مان لو ادنیٰ سے عذر لنگ کو
صلح سے بدلو رواداری میں عزم جنگ کو

ہاں تمہاری خدمتیں تسلیم ہیں ہر فرد کو   جھیلتے رہتے ہو تم دنیا کے گرم و سرد کو
کیوں نہ ہو رکھتے ہو تفتیدہ دلوں میں درد کو   چاہئے ثابت قدم رہنا یوں ہی ہر مرد کو
ماتم شبیرؑ کی رونق کے تم باعث ہوئے
کسمپرسی میں عزاداری کے تم وارث ہوئے

اپنی ساری محنتوں کا لو صلہ شبیرؑ سے   فیض اٹھاؤ ہند میں اعجاز کی تاثیر سے
قلب کو روشن کرو ایمان کی تنویر سے   منھ نہ موڑو حق نما آثار کی تعمیر سے
رائگاں ہوگی نہ خدمت دین کے ارکان کی
حشر میں چل کر یہی ہوگی سپر عصیان کی

ہوں گی زیر عرش کھولے بال خاتون جناں   کہتی ہونگی درد سے اے مالک کون ومکاں
آئی ہے تیری کنیز خاص اب نوحہ کناں   تو مرا ہے داد رس تیرے سوا جاؤں کہاں
نینوا کے دشت میں لوٹا گیا گلشن مرا
روز عاشورہ سے خاک آلود ہے دامن مرا

خوں بہا اس خون کا لوں گی تری سرکار سے   جو بہا تیری رضا میں ظلم کی تلوار سے
پارہ پارہ ہوگیا لاشہ سُم رہوار سے   کر گوارا ہدیہ ناچیز مجھ نادار سے
جو ذخیرہ کرچکی تھی میں قیامت کے لئے
نذر لائی ہوں سر محشر شفاعت کے لئے

ہیں یہ دندان شکستہ احمدؐ مختار کے   لخت ہائے دل شہید سَم مرے دلدارؑ کے
فرق مذبوح قفا، بازو علم بردار کے   حلقۂ طوق وسلاسل عابدؑ بیمار کے
دل میں لو دیتا ہوا داغ علی اکبرؑ ہے یہ
خون میں ڈوبا ہوا پیراہن اصغرؑ ہے یہ

دے عزاداروں کو ایذائے جہنم سے نجات   دہر میں وقف عزا رہ کر گزاری ہے حیات
مضطرب رہتے تھے عاشورہ کی جب آتی تھی رات   ماتم شبیرؑ کا دنیا میں ان سے تھا ثبات
بخش دے ان کے گناہوں کو مری فریاد سے
دور کر خوفِ سقر ان کے دل ناشاد سے

زلزلہ میں آئے گا اس وقت عرش کبریا غیب سے ہنگامۂ محشر میں آئے گی صدا
دل شکستہ ہو کے کیوں مضطر ہے بنت مصطفی مانگتی ہے آج جو مجھ سے کیا میں نے عطا
اشک غم ان کے نہیں ہیں کم دُر شہوار سے
رونے والوں کو کیا آزاد خوف نار سے

فاطمہؑ مسرور ہونگی سن کے یہ مژدہ اثرؔ رونے والوں سے لئے جائینگے اشکوں کے گُہر
گرمیٔ محشر سے ماتم دار ہونگے بے خطر پر فزا ہوگی بہار بے خزاں پیش نظر
دامن زہراؑ سے کھائینگے شفاعت کی ہوا
وقت دار و گیر ہاتھ آئے گی خالق کی رضا

مرثیہ (بند ۱۴)

مولوی سید محمد رضا محمد نقوی رضاؔ جائسی

لکھا ہے قتل جب ہوئے عباسِ نوجواں صدمے سے جھک گئی کمر شاہِ انس وجاں
وہ بے کسی برستی تھی رن میں کہ اَلاماں اندھیر تھا نگاہوں میں شبیر کی جہاں
غم میں جوان بھائی کے شہہ بے قرار تھے
اعدائے دین مستعدِ کارزار تھے

دیکھی جو شاہ نے یُرشِ لشکر جفا غربت پہ اپنی روئے شہنشاہِ کربلا
رو رو کے پھر یہ لاشۂ عباس سے کہا بھیا تمہاری لاش سے ہوتا ہوں اب جدا
اک بدنصیب وبیکس و بے یار کیا کرے
ٹوٹا ہو جس کا دل وہ دل افگار کیا کرے

القصّہ رن سے خیمے کی جانب چلے حسین ہر ہر قدم پہ تھے غم عباس میں یہ بین
اے میرے شیر اے مرے بابا کے نورعین عباس مر کے لے گئے تم میرے دل کا چین
کوئی بھی اب رہا نہ مصیبت نصیب کا
تم نے بھی ساتھ چھوڑا حسینِ غریب کا